© rasailojaraid.com

نام کتاب	:	جدید فقہی مسائل: کتاب و سنت کی روشنی میں
مؤلف	:	حافظ مبشر حسین لاہوری
ناشر	:	مکتبہ قدوسیہ، اُردو بازار، لاہور
سالِ اشاعت	:	۲۰۰۵ء
صفحات	:	۴۲۹
قیمت	:	درج نہیں
تبصرہ نگار	:	ڈاکٹر محمد میاں صدیقی*

جب ہم کہتے ہیں کہ اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے، تو بلاشبہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زندگی کے تمام معاملات کے لیے خواہ ان کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے، اس میں ان سب کے لیے بھرپور رہ نمائی کا سامان موجود ہے۔ بعض ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ قرآنِ حکیم اور سنتِ رسول ﷺ میں جو احکام اور ہدایات ہیں، وہ محدود ہیں اور ان کا نزول بھی ایسے وقت ہوا تھا جب ماحول اور معاشرہ بہت سادہ تھا، مسائل کی فہرست بہت مختصر تھی۔ لیکن اب صورتِ حال یہ ہے کہ ہر آنے والا دن نئے مسائل لے کر آتا ہے اور قیامت تک جو مسائل پیش آئیں گے ان کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ایک سادہ معاشرے میں نازل ہونے والا ایسا نظام جو محدود احکام پر مشتمل تھا، وہ نوع بہ نوع اور بے شمار مسائل کا حل پیش کرے گا اور ہر نئی مشکل اور الجھن میں اس کی رہ نمائی کی کیا صورت ہوگی؟ ان حالات میں یہ کہنا کہ قرآن اور سنتِ رسول ﷺ میں ہر آنے والے مسئلے کا حل موجود ہے۔ کس حد تک درست ہے؟ جو امور اور معاملات، ان دو منابعِ ہدایت میں موجود نہیں ہیں ان کے بارے میں رہ نمائی کہاں سے حاصل کی جائے گی؟۔

اس سوال اور خلش کا سب سے پہلا اور بنیادی جواب یہ ہے کہ قرآن حکیم میں جزوی مسائل بہت کم بیان کیے گئے ہیں۔ ایسے اصول و کلیات کا ذکر ہے جن کی روشنی میں پیش آمدہ جزوی مسائل کو آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے۔

☆ معروف محقق، راولپنڈی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن نے بعض امور کی بجا آوری کا اصولی حکم دیا ہے مگر اس کی تفصیل بیان نہیں کی۔ سنتِ رسولﷺ نے اس کی شرح و تفصیل کی۔

قرآن حکیم کے بہت سے مجمل احکام کی تفسیر و وضاحت کے علاوہ خود سنتِ رسولﷺ نے بھی ایسے بہت سے اصول اور کلیات کی نشان دہی کی ہے جن کی روشنی میں اہلِ علم و فضل پیش آنے والے نو بہ نو مسائل کا حل تلاش کرتے رہیں گے اور قرآن و سنت کو کامل رہ نما ماننے والوں کی زندگی میں کوئی مرحلہ ایسا نہیں آئے گا جب ان کے لیے رشد و ہدایت کے ان دو چشموں سے سیراب ہونا ممکن نہ رہے۔

اسلام کے دورِ اوّل کے فقہاء اور مجتہدین نے اس صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے قرآن اور سنت کے بیان کردہ اصول و کلیات کی روشنی میں ایسے قواعد و ضوابط مرتب کیے جن کی مدد سے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جا سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کی مساعی اور دانائی کے سبب امتِ مسلمہ اس سماجی اور قانونی انتشار سے بچ گئی جس کا دوسری قومیں اپنے ابتدائی دور میں شکار ہوئیں۔

قرآن و سنت سے احکام کے اخذ و استنباط کا سلسلہ دورِ نبوی میں شروع ہوا اور اس میں یہ حکمت تھی کہ امت کو حل مسائل کی راہ دکھائی جائے ورنہ دورِ نبوی میں اجتہاد کی ضرورت نہ تھی، وحی الٰہی، رسول اللہﷺ کی رہ نمائی کرتی تھی۔

اجتہاد کا عمل، عہدِ رسالت مآبﷺ میں شروع ہوا اور ابتدائی چار صدیوں میں اس پر قابل قدر کام ہوا، علماء اس پر عمل پیرا رہے۔ مختلف فقہی مسالک کی کتابیں اس کی گواہ ہیں۔ لیکن جب مسلمانوں کا سیاسی انحطاط شروع ہوا تو اجتہاد کا عمل بھی پژمردگی اور اضمحلال کا شکار ہوا، جو قومیں تاتاری اور مغل حکومتوں کے زیر اثر آئیں، وہ ان کے دباؤ کے آگے پسپا ہو گئیں اور علماء یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اجتہاد کے عمل کو جاری رکھا جائے یا بند کر دیا جائے اور بدقسمتی سے ایک ایسا مرحلہ آیا کہ انہیں اس خوف نے اجتہاد کا دروازہ بند کرنے پر مجبور کیا کہ دین میں تحریف کا عمل شروع نہ ہو جائے۔

اجتہاد کا دروازہ بند ہونا امتِ مسلمہ کی بڑی بدنصیبی تھی۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری میں برسرِ اقتدار مسلم حکام یہ سمجھنے لگے کہ اسلامی شریعت اور فقہ، ملک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو وہ ضروری نظام مہیا کرنے سے قاصر ہے جو تجدد پسند اور تغیر پذیر عصری تقاضوں کو منظّم کر کے ان کا قابل عمل حل پیش کر سکے۔ اس صورتِ حال کے نتیجے میں مسلم حکام نے غیر اسلامی قوانین کا سہارا لینا شروع کر دیا اور پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ فقہ اور شریعت حکومت کے ایوانوں سے باہر ہو گئی اور ان کی تگ و تاز مدرسوں اور کتب خانوں میں محفوظ ہو کر رہ گئی۔

عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ کو جو نو بہ نو مسائل درپیش ہیں، ان کے حل کے سلسلے میں اہل علم افراط و تفریط کا شکار ہیں، ایک گروہ تو وہ ہے جو ہر کس و ناکس کو اجتہاد کا حق دینے کا خواہشمند ہے تاکہ دین میں اپنی مرضی کے مطابق قطع و برید کر سکے۔ دوسرا گروہ تقلیدی جمود کا شکار ہے، اس کا یہ دعویٰ ہے کہ قدیم فقہی لٹریچر میں قیامت تک آنے والے مسائل کا حل یا اس کے نظائر موجود ہیں۔ یہ بڑا مضحکہ خیز دعویٰ ہے۔ اس وقت جو مسائل سامنے ہیں، سو برس پہلے کسی بھی شخص کے لیے ان کا تصور تک ممکن نہیں تھا۔ آئندہ سو برس میں حالات کہاں سے کہاں جائیں گے، ان کا اندازہ لگانا بھی کسی بڑے سے بڑے عالم یا سائنس دان کے بس کی بات نہیں۔

دوسری اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ قدیم فتاویٰ اور فیصلوں کو بنیاد بنا کر جدید مسائل کے حل کے لیے اجتہاد کیسے کیا جا سکتا ہے۔ شرعاً بھی اس کا کوئی جواز نہیں۔ اجتہاد صرف قرآن اور سنت کی بنیاد پر کیا جا سکتا ہے۔ قدیم فقہاء کے اقوال، آراء، اور فتاویٰ سے استفادہ تو کیا جا سکتا ہے۔ مگر ان کو مأخذ و مصدر کا مقام نہیں دیا جا سکتا۔ یہ حیثیت صرف قرآن اور سنت کو حاصل ہے۔

اس گھمبیر صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے بعض اہل علم قلم اُٹھا رہے ہیں، وہ علماء کو بڑے خلوص سے اس طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ تمام فقہی مسالک کے موجود اور میسر فقہی ذخیرے سے استفادے کے ساتھ براہِ راست قرآن اور سنت سے استشہاد و استنباط کے عمل کو زندہ کیا جائے۔ مصر اور شام کے بعض علماء نے اس طرف کچھ پیش رفت کی ہے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی زیر نظر کتاب بھی ہے۔ اس وقت جن گوناگوں مسائل کا جنگل اُگا ہوا ہے، فاضل مؤلف نے کسی حد تک اس کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً:

۱۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری: (اس معاملے میں علماء کا اب تک اتفاق نہیں ہو سکا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ اگر قدیم فقہی لٹریچر کی بنیاد پر کوئی فیصلہ ممکن ہوتا تو یہ اختلافِ آراء نہ ہوتا جو لوگوں کے لیے مشکلات کا باعث بن رہا ہے)۔

۲۔ طریقہ ہائے تولید کی جدید شکلیں: (اس موضوع پر تقریباً بیس برس پہلے علمائے الازہر کا جامع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فتویٰ شائع ہوا تھا لیکن ہمارے یہاں اس کو پذیرائی نہ مل سکی۔ مقامی علماء کی کوئی متفقہ اجتماعی رائے بھی عامۂ مسلمین تک نہیں پہنچی)۔

۳۔ معیشت اور اقتصادیات کے حوالے سے جو بے شمار صورتیں پیدا ہو گئی ہیں، ان کا احاطہ کرنا بھی دشوار ہو رہا ہے۔ ہمارے ملک کے بعض فاضل علماء اور محققین نے ان پر قلم بھی اُٹھایا ہے۔ تحقیق کا حق بھی ادا کیا ہے مگر صورتِ حال یہ ہے کہ ان تحریروں کی حیثیت شخصی آراء کی ہے۔ اگر اجتماعی سطح پر پورے غور وفکر کے بعد کوئی متفقہ فیصلہ ہو جائے تو عام مسلمانوں کے لیے عمل کی راہ آسان ہو اور اربابِ اقتدار کے اس الزام کا بھی ازالہ ہو کہ: ''پہلے علماء کوئی فیصلہ کر لیں پھر اسے قانون کا درجہ دینے کی بات ہوگی''۔

کاروبار کی اتنی پیچیدہ صورتیں ہو گئی ہیں کہ عام لوگوں کی بات تو چھوڑیں، دینی مدارس کے اکثر مفتیانِ کرام کے لیے بھی ان کے بارے میں کوئی رائے دینا ممکن نہیں۔ ایک جگہ جاتے ہیں تو جواز کا فتویٰ ملتا ہے اور باقی تین جگہوں پر جاتے ہیں تو عدمِ جواز اور حرمت کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں مؤلف نے مفتیانِ کرام سے (آج کے) یہ شکوہ بھی کیا ہے کہ وہ فتویٰ دینے سے قبل مسئلے کی کنہ و حقیقت اور معروضی و واقعاتی نوعیت کو پوری طرح نہیں سمجھتے۔ حالاں کہ کسی بھی مسئلہ کا حکم متعین کرنے سے پہلے اس کی کنہ و حقیقت کو پوری طرح سمجھ لینا بہت ضروری ہے۔

مؤلفِ کتاب نے ہر بحث سے پہلے اسی مسئلہ/ واقعہ کی اصل حقیقت (فقہ الواقع) کو پورے طور پر واضح کیا ہے۔ اگرچہ یہ بڑا کٹھن اور جاں گسل مرحلہ تھا لیکن خود ان کے بقول:

> ''سائنسی، طبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل میں فقہ الواقع کی تفہیم کے لیے ان موضوعات سے متعلق ضروری کتب کے مطالعہ کے علاوہ متعلقہ موضوعات کے ماہرین سے براہِ راست تبادلۂ خیال بھی کیا۔ اللہ کی توفیق سے راقم الحروف نے یہ سارے مراحل طے کیے ہیں''۔

اس کے بعد وہ یہ تحریر ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔

کتاب بنیادی طور پر پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پندرہ اہم مسائل کو زیرِبحث لایا گیا ہے۔ اگرچہ ان کے ذیل میں بہت سی جزئی بحثیں بھی آ گئی ہیں، مثلاً: ''جدید طریقہ ہائے تولید'' کے تحت پینتیس(۳۵) ضمنی مباحث شامل ہیں اور سب کے سب اہم ہیں۔

ہر مسئلہ کی واقعاتی صورت اور کنہ وحقیقت کو بیان کرنے کے بعد مؤلف نے ہر مسئلہ پر الگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الگ قرآن اور سنت کی روشنی میں بحث کی ہے۔ ہر بحث کے اختتام پر برصغیر اور بلادِ عربیہ کے ممتاز علماء کی آراء اور فتاویٰ بھی نقل کیے ہیں۔

زیرِ نظر تحریر کو حرفِ آخر تو نہیں کہا جا سکتا لیکن اس طرح کی تحریروں سے یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ اہلِ علم کی توجہ اس طرف مبذول ہوگی کہ پیش آمدہ مسائل کے قرآن و سنت کی روشنی میں حل کے لیے اجتماعی طور پر کوئی طریق کار وضع کریں۔ یہ کام کوئی ایسا مشکل بھی نہیں۔ اللہ رحیم و کریم عہدِ اوّل کے فقہاء اور مجتہدین پر کروڑ ہا کروڑ رحمتیں نازل فرمائے کہ وہ اصول اور قواعد و ضوابط مرتب کر گئے، طریق کار کے نمونے بھی چھوڑ گئے، انفرادی بھی اور شورائی بھی۔ ناچیز کی رائے میں موجودہ دور میں سب سے بہتر رہنمائی امام ابوحنیفہؒ کے شورائی طریق اجتہاد سے لی جا سکتی ہے۔ آج اس کی اہمیت اور افادیت ان کے اپنے دور سے کہیں زیادہ ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں استنباطِ احکام سے اگر اغماض برتا جاتا رہا تو پھر اجتماعی سطح پر نفاذِ اسلام کی خواہش کو دلوں سے نکالنا ہوگا۔ ملکی، قومی اور اجتماعی سطح پر اسلامی احکام کا نفاذ، اجتہاد کے عمل کو زندہ کیے بغیر ممکن نہیں۔

☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com